وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ
وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَ
الْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۷

پنج تن پاک

اور

حق چار یار

مؤلف

شیخ التفسیر والحدیث
حضرت مولانا
علامہ مفتی **سید محمد حسین شاہ** صاحب **نیلوی** رحمۃ اللہ علیہ

سابق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (انڈیا)

پنج تن پاک اور حق چار یار

سوال: پنج تن پاک اور حق چار یار کی اصطلاحات کا استعمال شرعی اعتبار سے کیسا ہے؟

(مفتی) عظمت شیر پوڑانہ حافظ آباد ضلع گوجرانوالا

جواب: پنج تن پاک عرفِ عام میں جب کہ اہلِ تشیّع کا پروپیگنڈا غالب اور عوام وجُہّال رسمی مسلمانوں اور نام کے اہل السنت والجماعت کے قلوب پر بہت زیادہ اثر کیے ہُوئے ہے، اس لفظ کا اطلاق ہمارے یہاں عموماً ان پانچ ہستیوں پر کیا جاتا ہے ① خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ② امیر المومنین سیدنا علی بن عبد مناف (ابی طالب) رضی اللہ تعالیٰ عنہ ③ بنتِ رسولؐ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ④ امیر المومنین سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما ⑤ شہیدِ کربلا سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما۔ جو کہ کسی طرح شرعی دلائلِ حقّہ سے ثابت نہیں۔ ویسے بھی "پنج تن پاک" فارسی زبان کا لفظ ہے، عربی نہیں کہ اسے قرآنِ پاک سے تلاش کرنے کی زحمت گوارا کی جائے اور نہ ہی صحاحِ ستّہ و دیگر کتبِ احادیث میں اس کا کہیں ذکر ملتا ہے۔ نیز اس لفظ کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ مذکورہ پانچوں ہستیاں تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے پاک اور معصوم ہیں، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے صرف ایک ہستی یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبی اور رسول ہیں' اس لیے قبل از بلوغ و بعد از بلوغ، اسی طرح قبل از بعثت و بعد از بعثت وہ معصوم اور صغائر و کبائر سب طرح کے گناہوں سے پاک منزہ و مطہر ہیں۔ اور انبیاء کرام علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ دوسری کسی ہستی کو معصوم اور گناہوں سے پاک نہیں کہا جاسکتا اگرچہ کوئی نبی زادہ یا نبی زادی

ہی کیوں نہ ہو۔ اور یہاں تک حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے معاملہ کا تعلق
ہے تو جب تک یہ حضرات نابالغ تھے تو ان کو معصوم کہا جاسکتا تھا لیکن بعد از بلوغ
ان کو معصوم نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ علماء حق فرماتے ہیں کہ ان کو محفوظ کہہ سکتے ہیں جس
سے معلوم ہوتا ہے کہ معصوم اور محفوظ کی اصلاحوں میں فرق ہے۔ اور اسی طرح حضرت
فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی معصوم نہیں بلکہ محفوظ کہہ سکتے ہیں
نیز اس اِصلاح کے ضمن میں دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تذلیل و تحقیر اور توہین کی جاتی
ہے۔ کیونکہ اس اصطلاح کے محرک و موجد کا مقصدِ وحید اس کا مخالف مفہوم ہے کہ دیگر
صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو پلید، نجس اور ناپاک کہنا ہے۔ جیسا کہ ان لوگوں کا شعار ہے
کہ اذان میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ اور اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ کے بعد کہتے
ہیں اَشْهَدُ اَنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِمَامَ الْمُتَّقِيْنَ وَ قَاتِلَ الْمُشْرِكِيْنَ عَلِيًّا وَلِيُّ اللهِ
وَصِيُّ رَسُوْلِ اللهِ وَخَلِيْفَتُهٗ بِلَا فَصْلٍ اور اصل میں ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ امیر المومنین
صرف علی ہی ہیں، شیخینؓ اور حضرت عثمانؓ امیر المؤمنین نہ تھے بلکہ غاصب تھے۔ اور
امام المتقین سے بھی اسی طرح مفہوم مخالف لیتے ہیں، مقصد یہ ہوتا ہے کہ شیخینؓ اور
وحضرت عثمانؓ امام المتقین نہ تھے۔ بلکہ امام الضالین المضلین تھے۔ اور قاتل المشرکین
سے یہ مطلب لیتے ہیں کہ دیگر صحابۂ کرامؓ قاتل المشرکین نہ تھے۔ اور علی ولی اللہ کا مطلب
یہ لیتے ہیں کہ باقی سب عدو اللہ تھے۔ اور خلیفہ بلا فصل کہنے کا مطلب یہ لیتے ہیں
کہ شیخینؓ وحضرت عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین خلیفہ نہ تھے بلکہ ان کا غاصبانہ تسلط واقتدار
تھا۔ نعوذ باللہ من ھٰذہ الاباطیل۔ نیز در پردہ یہ مفہوم مراد لیا جاتا ہے کہ حضرت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ہی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا
تھیں جن کے دو صاحبزادے تھے۔ اور سیدہ رقیہ، سیدہ اُمِ کلثوم اور سیدہ زینب رضی اللہ
تعالیٰ عنہن نہ تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں تھیں اور نہ ان کی کوئی اولاد یعنی
حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے نواسیاں تھے۔ جو بالکل حقیقت واضح اور
ان کی اپنی کتب کے بھی خلاف ہے۔ جیسا کہ کافی کلینی، تہذیب الاحکام وحیات القلو

8/16

وغیرہ کتبِ شیعہ سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے۔ اور اب اگر ان کو کتبِ مذکورہ کے حوالے سے دیگر بناتِ رسولؐ کا ذکر دکھایا جائے تو بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کہتے ہیں کہ ان کتابوں میں سُنیوں نے دسیسہ کاری کر کے اس قسم کی باتیں لکھ دی ہیں۔ حالانکہ دسیسہ کاری کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ یہ لوگ ہمیشہ اپنی کتب مسلمانوں کی نظروں سے چھپا کر رکھنے کا اہتمام کرتے تھے کسی مسلمان کو اپنی کتابوں کی خبر نہ دیتے تھے تو اہل سُنّت مسلمان ان میں تدسیس کیسے کر سکتے تھے۔ پھر دَورِ حاضر کی کتابوں میں بھی دخترانِ رسول کا ثبوت ملتا ہے۔ مثلاً ایران کا متعصب شیعہ حسن عمید اپنی کتاب فرہنگِ عمید میں سیّدہ رقیہ و سیّدہ اُمِّ کلثوم کے ناموں کے متعلق تو صاف لکھتا ہے نام دختر رسول۔ دیکھیے فرہنگ عمید ص ۱۱۲۱ و ۱۱۲۹۔

اور جہاں تک لفظ پنج تن کا تعلق ہے تو اس سلسلے اتنی بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ یہ اِصلاح صرف شیعوں کے یہاں ہی مستعمل نہیں ہے گو لفظ پنج تن نہ سہی بات پانچ اجسام کی ہے۔ یعنی ایسی پانچ ہستیاں جن کو مقرب بارگاہِ الٰہی اور غائبانہ پکار کے لائق سمجھا جاتا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے شرک قرار دیا ہے اور اسی شرک کی تردید اور توحید کی تبلیغ و اِشاعت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں انبیاءِ کرامؑ کو مبعوث فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَلَا يَعُوقَ وَنَسْرًا وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا مِّمَّا خَطِيئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوا لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَنصَارًا

یعنی حضرت نوح علیہ السلام نے ہماری بارگاہ میں عرض کی کہ اے میرے رب! اُن لوگوں نے میرا کہنا نہیں مانا اور ان نابکار لوگوں کے کہنے پر چلے ہیں جن کو اُن کے مال و اولاد نے فائدہ کی بجائے اُلٹا ان کے نقصان اور خسارے میں مزید اضافہ ہی کیا ہے اور انھوں نے میرے ساتھ بڑے بڑے فریب کیے ہیں۔ اور وہ ایک دُوسرے کو کہتے ہیں کہ اپنے ان پانچ معبودوں کو پکارنا ہرگز نہ چھوڑو۔ نہ ① وَدّ کو

نہ ② سواع کو، نہ ③ یغوث کو، نہ ④ یعوق کو، اور نہ ہی ⑤ نسر کو اپنی حاجات میں غائبانہ پکارنا چھوڑو۔ اور یہ لوگ ایسی ایسی باتیں لوگوں کو سمجھا سکھا کر بہت سے لوگوں کو گمراہ کر چکے ہیں۔ اور اے ہمارے رب! ان ظالموں کو گمراہی میں اور پختہ کر دے تاکہ بالآخر مستوجب سزا ہوں۔ چنانچہ اپنی ہی شرارتوں کی وجہ سے ان کو غرق کر دیا گیا اور پھر ان کو دوزخ میں ڈال دیا گیا۔ پھر ان کو اپنے بچاؤ کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کہیں سے کوئی امداد کرنے والے بھی میسر نہ آئے (۷۱: ۲۱ تا ۲۵)

اللہ تعالیٰ نے اس جگہ اُن پنج تنوں کا ذکر فرمایا ہے جن کو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم لائقِ پرستش سمجھتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو اس قوم کی اِصلاح پر مامور فرمایا تو حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو (۹۵۰) سال تک تبلیغ کرتے رہے۔ مگر وہ لوگ نہ مانے اور حسبِ دستور پنج تن کی پُوجا کرتے رہے۔

پنج تن کی پُکار ابتداءً کیسے شروع ہُوئی

بخاری شریف ص ۷۳۲ میں ہے کہ ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر یہ سب اہل اللہ اور نیک و صالح بزرگ تھے جو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ اور جب یہ بزرگ صالحین وفات پا گئے تو ان کی قوم کے دِلوں میں شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ یہ بزرگ جہاں جہاں عبادتِ الٰہی میں مصروف رہے ہیں اُن مقامات پر ان بزرگوں کی مُورت بنا کر رکھو، اور ان مورتیوں کا نام بھی ان بزرگوں کے نام پر رکھا جائے۔ لوگوں نے یادگار کے طور پر ایسا ہی کیا، لیکن اس موقع پر ان مورتیوں کی عبادت نہیں کی گئی۔ بلکہ وہ مورتیاں محض یادگار کے طور پر قائم کی گئیں، اور یہ مورتیاں اپنے مسمیٰ کی صورت پر تھیں۔ اور پھر جب ان بزرگوں کی یادگار کے طور پر مورتیاں بنانے والی یہ نسل مر گئی اور ان کے بعد مدتِ دراز گزر گئی اور نئی نسل کے لوگوں کو ان مورتیوں کی اصلیت کا عِلم نہ رہا تو اس نئی نسل کے جاہلوں نے ان یادگاروں کے ساتھ وہ وہ تعظیمی

کام شروع کردیے جن کا تعلق عبادت سے ہے۔ یہ روایت جس کا مفہوم یہاں بیان کیا گیا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ حضرت قتادہؒ، ضحاکؒ، عکرمہؒ اور ابنِ اسحاقؒ وغیرہم سے بھی مروی ہے۔

نیز ابنِ جریرؒ نے حضرت محمد بن قیس تابعی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے کہ ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر وہ صالح اہل اللہ تھے جو سیدنا حضرت آدم اور سیدنا حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کے درمیان والے دَور میں ہو گزرے ہیں۔ ان بزرگوں کے مُریدین ان کی زندگی میں عبادت و ریاضت وغیرہ اُمورِ دینیہ میں ان کی پیروی اور اقتدا کیا کرتے تھے۔ پھر ان بزرگ ہستیوں کے فوت ہو جانے کے بعد ان بزرگوں کے مُریدین و خلفاء کہنے لگے کہ اگر ہم اپنے پیروں اور شیوخ کی تصاویر بنا کر سامنے رکھ لیں اور ان بزرگوں کی تصویروں کی زیارت کیا کریں گے تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں زیادہ مزہ آئے گا اور عبادت کا شوق بڑھے گا۔ پس ان مُریدین نے اسی نیت و ارادے سے پتھروں پر اپنے پیروں کی تصویریں بنائیں۔ پھر جب یہ لوگ بھی مر گئے اور کافی عرصہ گزر گیا تو ابلیس نے بعد میں آنے والی نسلوں کے دِلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ تمھارے بزرگ ان پیروں کی مورتیوں کی تعظیم کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ انھیں بارش دیتا تھا۔ یعنی ان لوگوں میں مشہور تھا کہ وہ بزرگ لوگ جن کی یہ مُورتیاں بنی ہوئی ہیں جب یہ دُعا کرتے تھے تو بارش ہوتی تھی۔ پس ابلیس نے ان کے دِلوں میں وسوسہ ڈالا کہ تمھارے باپ دادا جب ان مورتیوں کے سامنے التجا کرتے تھے تو بارش برستی تھی یعنی وہ ان کے آگے التجا کرتے تھے اور یہ پیر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اب بھی دُعا کرتے ہیں تو بارش ہوتی ہے۔ لہٰذا تم بھی انھی کے سامنے التجا کرو اور ان کی تعظیم کرو تو تم کو بھی ملے گا۔

نیز مفسّر ابنِ کثیرؒ وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اللہ تعالیٰ کے سوا دُوسروں یعنی ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو اپنے عقیدہ

ہیں حاجت روا، مشکل کشا اور کارساز سمجھا اور اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت نوح علیہ السلام سے اختلاف کیا۔ آخرِ کار پانی میں غرق ہوکر برزخی آگ میں داخل کیے گئے۔ اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا جن پنج تن کا کچھ وجود سمجھتے تھے، یعنی اللہ تعالیٰ کے ان پیارے ولیوں ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو اپنا کارساز سمجھتے تھے ان پنج تن میں سے کسی ایک کو بھی کارساز نہ پایا کہ کوئی ان کی فریاد کو پہنچتا اور ان کو عذابِ الٰہی سے بچاتا۔ اور جو لوگ پنج تن کی بجائے صرف اللہ تعالیٰ کو کارساز سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ نے انھیں بچالیا۔

یاد رہے کہ فَلَمْ يَجِدُوا لَهُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا میں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سے مراد یہی پنج تن یعنی ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر ہیں۔ جو اولیاء اللہ، خُدا رسیدہ اور بزرگ وصالح ہستیاں تھیں۔ محض بُت مُراد نہیں ہیں، جیسا کہ امام بخاریؒ نے سیدنا حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔

مذکورہ بالا پنج تنوں کے علاوہ اہلِ عرب کے ہاں اور بھی کئی پیغمبروں اور اولیاء اللہ کی مورتیوں کی تعظیم و پرستش جائز سمجھی جاتی تھی۔ ان میں سے چند مشہور ہستیوں کا مختصر تعارف اور ان کی مورتیوں کا اجمالی تذکرہ بھی اس مقام پر کردینا مناسب اور مفید سمجھتے ہُوئے کیا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم و اسماعیل

قریش مکہ نے سیدنا حضرت ابراہیم و اسماعیل علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام جیسی اولوالعزم ہستیوں کی مُورتیاں بھی بنائی ہوئی تھیں اور ان کے ہاتھوں میں اس قسم کی لکڑیاں پکڑائی ہُوئی تھیں جس قسم کی لکڑیوں سے قبیلۂ قریش کے لوگ فال نکالنے کا کام لیتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی ان مورتیوں کو گرایا تھا۔ اور ارشاد فرمایا کہ ان مشرکین پر تعجب ہے کہ یہ کم بخت خوب جانتے تھے کہ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے کبھی پانسہ نہیں پھینکا پھر بھی یہ حرکت کر رکھی تھی۔

لات بابا ستو والا

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنداً روایت کیا ہے کہ لات ایک (بزرگ) شخص تھا جو حاجیوں کو ستو گھول گھول کر پلایا کرتا تھا۔ قریش اس کے نام کی قسم کھا لیتے تو اسے ہر حال میں پورا کرتے تھے۔

ابنِ جریرؒ نے حضرت ابن عباسؓ، مجاہدؒ اور ربیع بن انسؒ سے مروی یہ بھی لکھا ہے کہ جب وہ "لات بابا" مر گیا تو اس کی قبر پر چڑھاوے چڑھائے جانے لگے۔ رفتہ رفتہ اس کی صورت کا بُت بنا کر یہ تصور قائم کر لیا گیا کہ لات بابا کی رُوح پتھر کی اس مُورتی میں حلول کر گئی ہے۔

مائی عزیٰ فتح کی دیوی

یہ بی بی ایک بوڑھی مائی تھی۔ قریش کے دلوں میں اس مائی کی بڑی عظمت و شان تھی۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے قبولِ اسلام سے پہلے حالتِ کفر میں خیال کیا تھا کہ ہمیں غزوۂ اُحد میں اسی مائی عُزےٰ کی مدد سے فتح حاصل ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں قبیلۂ قریش کے لوگ "لات بابا" کی طرح "مائی عزیٰ" کے نام کی قسم کھایا کرتے تھے اور اس قسم کو ہر حال میں پورا کیا کرتے تھے۔

منات بی بی

یہ بھی ایک عورت تھی۔ عرب کے مشہور قبیلے خزاعہ، اوس اور خزرج کے علاوہ دیگر قبائلِ عرب بھی قبولِ اسلام سے پہلے عہدِ جاہلیت میں "منات بی بی" کی پوجا کرتے تھے۔ اور سمندر کے متصل کے ایک گوشے میں مقام قدید پر منات بی بی کی مُورت نصب کی ہوئی تھی۔ اور اس بی بی کی تعظیم میں وہ اقوام عرب حج اللہ کا احرام بھی منات بی بی کی مُورتی کے مقام پر پہنچ کر باندھتے تھے۔

ہُبل، اولاد رزق اور صحت کا دیوتا

اس کے متعلق بھی یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ بھی کوئی پتھر کا نام نہیں تھا بلکہ ہبل اور اس طرح کے دیگر سینکڑوں بُت بھی آدمیوں ہی کے تھے۔ مشہور مفسرِ قرآن

سید امیر علی ملیح آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے مواہب الرحمٰن پ ۳۰ ص ۷۸۹ میں تحریر فرمایا کہ ہبل کی حقیقت تو یہ ہے کہ وہ ایک آدمی تھا، جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تھا پھر وقت مقدر پر اس کو موت دے دی۔ مشرکوں نے ایک پتھر تراش کر کے رکھا اور کہا کہ یہ ہمارا ہبل ہے۔ اور اپنے زعم میں کہا کہ اے ہبل تم اس پتھر میں آجاؤ۔ اور دعویٰ کر لیا کہ وہ آگیا۔ اور دعویٰ کیا کہ اس میں یہ قدرت ہے کہ ہم کو بیٹا، رزق اور صحت وغیرہ دیتا ہے اور اگر کوئی اہم کام ہوا تو خدا کو اطلاع کرتا ہے اور وہاں سے مدد لے کر دلوا تا ہے۔ پھر ص ۷۹۰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ مشرکین درحقیقت اس پتھر یا صلیب کو سجدہ کرتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس چیز میں فلاں میت کی رُوح سما گئی۔ جیسا کہ اس زمانے میں تعزیہ والے، جب تک وہ ٹھاٹھ بنانے والے کی دکان پر ہے تب تک بے قدر ہے اور جب اس کو خریدا تو اس وقت سے اپنا تصوّر جما لیا اور اس کو ادب سے سلام کیا اور تاشے بلاجے کے ساتھ لے چلے۔ اور یہ سب ان لوگوں کے خیالات ہیں۔ اور جن لوگوں کا نام لیتے ہیں کہ وہ اس میں آگئے یا اس سے تعلق حاصل ہو گیا۔ وہ لوگ بالکل بری ہیں مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، محل قدس یعنی آسمانِ دوم یا جنّت میں ہیں، اور نادانوں کے کہنے سے وہ اس چیز میں نہیں آتے۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی جانب سے ہدایت کرتا ہے۔

اساف و نائلہ

کتاب السیر کے حوالے سے سید امیر علی ملیح آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر مواہب الرحمٰن پ ۲ ص ۴۷ میں تحریر فرمایا ہے کہ اساف و نائلہ عورت و مرد تھے، اور قریش میں بہت نیک مشہور تھے۔ ان دونوں نے کعبہ کے اندر باہم زنا کیا، پس مسخ کر کے پتھر کر دیے گئے۔ پس قریش نے (کعبہ کے اندر سے نکال کر) ان کو کعبہ کے سامنے رکھ دیا تھا تاکہ لوگ ان کو دیکھ کر عبرت پکڑیں۔ پھر جب زمانہ دراز گزر گیا تو ذریات اولاد ان کی پرستش کرنے لگے۔ پھر دونوں کو صفا و مروہ

پر اُٹھا لائے اور یہاں نصب کیا اور صفا و مروہ کی سعی میں انھیں کو استلام کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کو عمرو بن لحی نے صفا مروہ پر لاکر رکھا تھا اور شعبیؒ نے کہا کہ صفا پر اساف تھا اور مروہ پر نائلہ تھی۔ اور جاہلیت میں لوگ طواف میں انھیں دونوں کو چوم کر جاتے تھے۔

کنیسہ ماریہ (کلیسا) کی تصاویر صالحین

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہؓ اور حضرت ام سلمہؓ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ انھوں نے ملکِ حبشہ میں کنیسہ دیکھا جس کو کنیسہ ماریہ کہتے تھے اور اس میں بکثرت تصویریں تھیں تو اس پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان ذٰلک اذا کان فیھم الرجل الصالح فمات بنوا علی قبرہ مسجدا وصوروا فیہ تلک الصور واولئک شرار الخلق عند اللہ یوم القیٰمۃ کہ یہ لوگ ایسے تھے کہ ان میں جب کوئی مردِ صالح فوت ہوجاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا کر اس میں یہ تصویریں نقش کردیتے تھے۔ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ بدتر ہوں گے۔ (بخاری ص ۶۱-۶۲)

یسوع مسیح

یہ اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم رسول اور صاحبِ کتاب پیغمبر تھے۔ یہودیوں نے آپؑ کو بہت تکلیفیں پہنچائیں اور مقدمہ قائم کرکے ان کو صلیب کی سزا کا مستحق قرار دیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ ہی آسمانوں پر اُٹھا لیا اور قوم کو شبہے میں مُبتلا کردیا۔ بعض نے کہا کہ وہ صلیب پر مقتول ہوگئے اور تیسرے روز مُردوں میں سے جی اُٹھے اور آسمانوں پر چلے گئے۔ اور ان کے خیال میں جس صلیب پر انھوں نے جان دی تھی بطور علامت اس کی شبیہ گھروں، عبادت گاہوں اور اپنے گلے میں لٹکاتے ہیں۔ بعض نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (یسوع مسیح) اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہا السلام کی مورتیاں یا تصاویر گھروں وغیرہ میں آویزاں کرتے ہیں، جن کے سامنے مراسمِ پرستش بجالاتے ہیں۔

اور یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ (خداوند باپ) نے اپنے اکلوتے بیٹے کو آسمانی مقاموں پر سرفراز کیا اور ہر طرح کی حکومت، اختیار، قدرت، ریاست اور ہر ایک نام سے اس کو بلند و بالا کیا اور سب کچھ اس کے پاؤں تلے کر دیا اور اسی کو سب چیزوں کا سردار بنایا گیا اور وہی ہر طرح سے سب کا معمور کرنے والا ہے (افسیوں ۱: ۲۰-۲۲) نیز کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود فرمایا ہے کہ آسمان و زمین کا کل اختیار مجھے دیا گیا ہے۔ (متی ۱۸: ۱۸)

نیز یہ لوگ عقیدہ رکھتے ہیں کہ باپ یعنی اللہ تعالیٰ کسی کی عدالت نہیں کرتا، بلکہ اس نے عدالت کا سارا کام بیٹے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سپرد کر دیا ہے۔ سب لوگ بیٹے (یسوع) کی عزت کریں جس طرح باپ (اللہ تعالیٰ) کی عزت کرتے ہیں۔ جو بیٹے کی عزت نہیں کرتا' وہ باپ کہ جس نے اُسے بھیجا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) کی عزت نہیں کرتا۔ جس طرح باپ مُردوں کو اُٹھاتا' اور زندہ کرتا ہے اسی طرح بیٹا بھی جنھیں چاہتا ہے زندہ کرتا ہے۔

نیز کہتے ہیں کہ ہمیں یسوع نے یہ تعلیم دی ہے کہ باپ (اللہ تعالیٰ) مجھ میں اور میں باپ میں ہوں۔ میں اور باپ ایک ہیں۔ یسوع نے کہا کہ میں تم کو سچ کہتا ہوں کہ بیٹا آپ سے (یعنی خود اپنی مرضی سے) کچھ نہیں کرسکتا' سوا اس کے کہ جو باپ کو کرتے دیکھتا ہے۔ آپؑ کو زمین پر گناہ معاف کرنے کا اختیار ہے۔ مسیح خدا کے ساتھ ایک ہے' اور جو خدا کے ساتھ ایک ہے وہ خود خدا ہے۔ خداوند المسیح تو جلال کا بادشاہ اور خداوندوں کا خدا ہے۔ (ماخوذ از الوہیتِ مسیح)

نیز اسی کتاب میں بحوالہ انجیلِ مقدس یہ اعتقادات بھی درج ہیں کہ وہ تمام پیغمبروں، رسولوں، نبیوں، مرسلوں، ولیوں، قطبوں' ابدالوں اور اوتاروں پر فوقیت رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ کلمۃ اللہ ہے، خالق ہے، مظہر اللہ ہے، آدم ثانی ہے جو بغیر باپ کے پیدا ہُوا ہے۔ وہ حی و قیوم ہے۔ کُل ملائک اور بنی نوع اِنسان کا

معبود ہے۔ وہ خدا کی رحمت ہے۔ وہ ذبیح اللہ ہے۔ وہ ہی واحد شفیع برزخ، وسیلہ درمیانی اور نجات دہندہ ہے۔ وہ واحد زندگی بخشنے والا، قادرِ مطلق ہے۔ وہ قدرتِ کاملہ کا مالک اور سرب شکتی مان ہے۔ اور وہ حاضرِ کُل، ناظرِ کُل، عالمِ کُل، عقلِ کُل کا مالک اور عالم الغیب ہے۔ اور وہ لامبدّل ہے اور ہمیشہ یکساں ہے۔ اُس کی نبوّت کامل، افضل اور اعلیٰ ہے۔ وہ خود بھی اکمل، افضل اور اعلیٰ ہے۔ نبی کے کام کا ایک ضروری حصّہ ہے کہ وہ خُدا کو مشورہ دے سکے۔ وہ نبی تھا۔ (الوہیتِ مسیح)

اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ انجیل میں اس نبی کی بابت بہت کچھ قلمبند ہے' اس نے ایک نبی کی طرح اپنے لوگوں کو تعلیم دی اور نبی کا طریق بھی اِستعمال کیا، اور اپنے اختیار کو بھی اِستعمال کیا۔ وہ کُل عالموں سے پیشتر تھا اور ابد تک رہے گا اور اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ وہ سب باتوں کو جانتا ہے۔ اور وہ سمندر کی مچھلیوں سے بھی واقف تھا۔ خداوند اپنے پکڑنے والے کو بخوبی جانتا تھا۔ اور وہ نہ صرف انسان کے موجودہ خیالوں سے آگاہ تھا بلکہ آنے والے واقعات کو اچھی طرح جانتا تھا، وہ نہ صرف اپنے قریب والے انسان کے حالات سے آگاہ ہوتا تھا بلکہ جو لوگ کوسوں دُور ہوتے تھے ان کا بھی اسے علم تھا کہ وہ کیا کرتے تھے اور انسان کے مستقبل کے کاموں کو جو انھوں نے کرنے تھے بخوبی جانتا ہے۔ باپ نے بیٹے کو اس لیے اختیار دیا ہے کہ وہ آدم زاد ہے (ملخصًا از الوہیتِ مسیح)

اس کے علاوہ مسیحیوں کی کتاب "حقیقی عرفان" میں ہے کہ آدم ثانی (حضرت نوح علیہ السلام مراد نہیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں) میں الوہیت بھی تھی اور انسانیت بھی۔ خود مسیح ان (اپنے ایماندار بندوں) کے محافظ اور نگہبان ہیں۔ خُدا نے دُوسرے آدم کو جس میں پہلے آدم کی طبیعت کا کچھ بھی اثر نہ تھا، بلکہ ذاتِ الٰہی سے مُتصف اور اس کی عین ذات کا عکس اور پرتو تھا، بھیجا، تاکہ ابدالآباد تک زمین پر حکومت کرے۔ باپ نے بھی اس سے خوش ہو کر ساری حکومت، اختیار، قدرت، بادشاہت اور انصاف اس کے ہاتھ میں دے کر اس کو ہمارا بادشاہ بنا دیا'

خُدا باپ نے بھی خوش ہوکر اس کو زمین کا کُل اختیار دے دیا۔ اور عدالت بھی اُسی کے ہاتھ میں سونپ دی، آدم زاد ہوتے ہُوئے وہ آدمیوں کا انصاف کرے۔ خُدا نے اسی مسیح کو کل اختیار دے کر آسمان پر سرفراز فرمایا۔ مسیح باختیارِ خود قدرت دکھاتا رہا۔ وہ قادر مطلق تھا۔ یعنی باعتبار الوہیت وہ ہر طرح صاحبِ قدرت تھا۔ اپنے اختیار سے سب کچُھ کرتا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو خُدا کے برابر کہا۔ وہ عالم الغیب بھی تھا۔ وہ آپ جانتا تھا کہ انسان کے دل میں کیا کیا ہے۔ مسیح نے کہا گردوں اور دلوں کا جاننے والا میں ہوں۔ عالم الغیب خدا نے ذاتی طور پر خداوند یسوع المسیح پر یہ سب باتیں منکشف کردی تھیں۔ کیونکہ وہ خدا میں سے خدا، نور میں سے حقیقی نور ہے۔ جب کوئی شخص اپنے گناہوں سے شرمندہ ہوکر خدا کی طرف رجوع کرتا ہے اور خداوند یسوع مسیح سے امداد طلب کرتا ہے، تب خداوند تعالیٰ اس پر فضل کرتا ہے اور اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اس صورت میں خُداوند یسوع مسیح کی رُوح اس شخص کی طرف توجہ فرماتی ہے۔ اِستعانت مسیح کی عین استعانت اللہ پاک کی ہے، یہ مسیحیوں کا عقیدہ ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام سے مدد مانگتے ہُوئے کہتے ہیں: اے خداوند یسوع مسیح! میری مدد کر۔ اے خداوند ابن داؤد ہم پر رحم کر۔ اے خداوند! اگر تو چاہے تو مجھے پاک صاف کرسکتا ہے۔ نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ جو اس مسیح کو پکارتے ہیں ان کے لیے وہ رحم اور شفقت سے معمور ہے۔ وہی سب کا خداوند ہے اور اپنے سب دُعا کرنے والوں کے لیے فیاض ہے۔ جو کوئی خُداوند یسوع کا نام لے گا نجات پائے گا۔

نیز مسیحی حضرات سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مدد مانگنے کے علاوہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم خدا پر ایمان رکھیں۔ ہمیں اس سے ڈرنا چاہیے۔ ہمیں اس کے حکموں پر عمل کرنا چاہیے۔ ہمیں اس پر بھروسہ رکھنا چاہیے ہمیں اس کی پرستش کرنی چاہیے۔ ہمیں اس کا شکر علانیہ اور پوشیدگی میں کرنا چاہیے۔ نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ کاش ہم ہمیشہ خداوند یسوع المسیح کے ساتھ رہ کر

اس زندگی کو پاویں جس کے دینے کا وعدہ خداوند یسوع المسیح نے اپنے بندوں سے کیا ہے۔ (ملخصاً از حقیقی عرفان)

اب چونکہ سطور بالا میں یسوع مسیح سے مدد مانگنے کا ذکر آیا ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کچھ اشارۃً اس کا ذکر بھی ہو جائے۔ گو کہ مسئلہ استعانت الگ موضوع ہے اور اس کا بیان الگ ہی ہونا چاہیے لیکن برسرِ راہ ہم اتنا بتلاتے چلیں کہ فیصل آباد میں شیعوں کا ایک "ایمان بگاڑہ" ہے محلہ ڈگلسپورہ میں کوتوالی روڈ پر۔ اس کے شرقی جانب انھوں نے گزشتہ سال ایک مینار تعمیر کیا ہے جس پر انھوں نے اپنے عقیدہ کے مطابق تمام ائمہ کرام کے نام لکھے ہیں اور اسی طرح تمام مشہور پیغمبروں کے نام بھی لکھے ہیں۔ اور ہر نام کے شروع میں حرفِ ندا یا لکھ کر آخر میں مدد کا لفظ لکھا ہے۔ مثلاً یا آدم مدد، یا شیث مدد، یا نوح مدد، یا ابراہیم مدد یا اسماعیل مدد، یا اسحاق مدد، یا لوط مدد، یا موسیٰ مدد، یا الیسع مدد وغیرہ وغیرہ۔ اور اسی طرح یا علی مدد، یا حسن مدد، یا حسین مدد وغیرہ۔ لیکن ان بدبختوں نے جہاں اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہے تو اس کے ساتھ نہ حرفِ ندا یا ہی لگایا اور نہ مدد۔ اور تعجب کی بات ہے کہ آج تک کسی نے اس شرانگیزی و فتنہ عظیمہ کے خلاف آواز نہیں اٹھائی۔

بہرحال تمام غیور مسلمانوں اور پاکستان کی حکومت کو چاہیے کہ فیصل آباد کے اس "مینارۂ شرک" کے اِنہدام کا اِنتظام کیا جائے۔

چونکہ یہاں پر پنج تن سے متعلق بات ہو رہی ہے اس لیے اصل موضوع کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ یہ قدیم اِصطلاح ہے۔ مُختلف ادوار میں دُنیا کی مختلف قوموں کے پنج تن جو ہمیں معلوم ہو سکے ہیں، ان میں سے سب سے پہلے پنج تن تو وہی ہیں جو خود اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمائے ہیں۔ جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ ان پنج تنوں کی پرستش قومِ نوح سے شروع ہُوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور تک ہوتی رہی۔ ان پنج تن کے علاوہ بعض دیگر اقوام کے پنج تن ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

مختلف اقوام کے دیومالائی پنج تن

① قوم سمرین کے پنج تن: ان لیل ، ان کی ، ننتا ، اتو ، ماما۔
② قوم اکادی کے پنج تن: ننگے ، مولکے ، ھیتا ، اردکو ، ادو۔
③ اہل بابل کے پنج تن: شمس ، سنی ، نیبو ، امرتوک ، انی۔
④ اشوریوں کے پنج تن: اشور ، انو ، بعل ، ہیا ، ودل۔
⑤ قدیم مصریوں کے پنج تن: ایسرس ، ہورس ، اسلیس ، را ، اتیم۔
⑥ چینی قوم کے پنج تن: یانگ ، آسمان ، سورج ، چاند ، ہوا۔
⑦ ہندوؤں کے پنج تن: پاربتی ، ہری ہرا ، برہما ، وشنو ، مہیش ریشو۔
⑧ رام بھگتیوں کے پنج تن: رام ، لچھمن ، لود ، کیشو ، سیتا۔
⑨ قدیم ایرانیوں کے پنج تن: امورامزدا ، انگرمینو ، آتش ، آفتاب ، زمین۔
⑩ یونانیوں کے پنج تن: زیوس ، پوزیدان ، ایرش ، اپولو ، ڈیمٹر۔
⑪ رومیوں کے پنج تن: مرکری ، اپالو ، سیروفا ، بیکی کش ، سرنونو۔
⑫ ٹیوٹانیوں کے پنج تن: تھور ، وریون ، فرج ، بالدور ، فریر۔
⑬ مالویوں کے پنج تن: پرکوس ، ایڈکوسٹ ، سوان ، دولوس ، ڈیمی ودل۔
⑭ بابلی اہل فلکیات کے پنج تن: عطارد ، زہرہ ، تھرسا ، مشتری ۔ زحل۔

مذکورہ بالا پنج تنوں میں کچھ انسان مرد ہیں اور کچھ عورتیں ہیں اور کچھ دیگر اشیا جن میں چاند ، سُورج ، زمین ، آسمان اور ہَوَا کے علاوہ کچھ سیارے بھی شامل ہیں یہ قومیں ان کو لائق پرستش سمجھتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے صرف مِنْ دُوْنِ اللهِ کے لفظ سے ان تمام کے معبود اور لائق پرستش ہونے کی نفی فرمادی ہے۔

رسمی مسلمان پنج تن کی پکار کی ترغیب کس طرح دیتے ہیں ، ملاحظہ فرمائیے ،

آج کی رات ہر مُدعا مانگ لو — آج کی رات ہل کر دُعا مانگ لو
وا درِ پنج تن آج کی رات ہے — جو بھی مانگوگے مل جائے گا آپکو

آپ کے خیال میں آرہا ہوگا کہ مذکورہ شعر شیعہ کہلانے والے کسی رسمی مسلمان کے ہوں گے، لیکن ایسا نہیں ہے۔ یہ شعر صوفیوں کے مشہور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے تعلق رکھنے والے پیر صاحب کے ہیں، جو خود کو سُنّی کہلانے کے علاوہ پیر طریقت اور رہبر شریعت بھی کہلاتے ہیں۔ ان کا نام محمد فاروق اقبال ہے اور رحمانی پیر کے عُرفی نام سے معروف ہیں، عام طور پر کوزہ گروں کو رحمانی کہا جاتا ہے جیسا کہ بافندے انصاری کہلاتے ہیں۔ خیر ذات پات میں کیا رکھا ہے۔ ہمیں اس سے کیا مطلب۔ بات تو ہم کر رہے تھے ان رحمانی پیر صاحب کی، جو کہ آستانہ عالیہ رحمانیہ فاروقیہ نقشبندیہ سرگودھا روڈ فیصل آباد کے سرپرستِ اعلیٰ ہیں۔ عام سادہ لوح مُسلمان ان کی شکل وصُورت اور ان کے نعروں سے اندازہ لگاتا ہے کہ یہ سُنّی مسلمان ہوں گے اور ان کے پھندے میں پھنس جلتے ہیں۔ لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ شیعہ ہیں اور سادہ لوح سُنیوں کو پہلے تفضیلیت کا درس دیتے ہیں، کیونکہ تفضیلیت اہلِ سُنّت مسلمانوں کو شیعیت کی طرف لانے کی پہلی سیڑھی کا کام کرتی ہے۔ اور تفضیلیت کے لیے سب سے پہلے پنج تن پاک، اہلِ بیتِ رسول کے مناقب اور کربلا کے جھُوٹے سچے واقعات کے ذریعے پھانسا جاتا ہے۔ اور اس قسم کی باتیں اگر کوئی شیعہ اپنی اصل شکل میں بیان کرے تو کام نہیں بنتا، اس لیے ان کو بہروپ دھار کر سنی مُسلمان کی شکل بنانی پڑتی ہے تب کہیں ان کا مقصد پورا ہوتا ہے۔

یہ حضرات بعض اوقات امام مسجد اور پیش نماز بن کر بھی جمہور اہلِ سُنّت کی مساجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے اور اس طرح اپنے مسلک کی تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ ایک مشہور شیعہ مشنری لقا حیدری بدایونی (ف ۱۹۶۴ء) اپنی خود نوشت سرگزشت میں لکھتے ہیں: رنگون کی مجالس کے سلسلہ میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ پہلے دِن چاندو صاحب (مہتمم مجالس) نے فرمایا کہ بنگالی مسجد کے امام چاہتے ہیں کہ آپ کی تقریر سے قبل کچھ بیان کریں۔ میں نے

منظور تو کرلیا لیکن یہ اندیشہ ہُوا کہ اگر انھوں نے کچھ ہمارے عقیدے (شیعی مسلک) کے خلاف بیان کیا تو مجبوراً جواب دینا پڑے گا۔ بہرحال وہ جناب مجلس میں تشریف لائے۔ ان کا حُلیہ یہ تھا: بہت لانبی داڑھی، عبا و قبا و جبہ (دستار سے مزین)، لانبا عصا ہاتھ میں، متعدد رنگ برنگ کی تسبیحیں گلے میں ڈالے۔ لوگ تعظیم کو کھڑے ہُوئے، میں نے بھی تعظیم کی، دُعا دی۔ چند منٹ کے بعد منبر پر تشریف لے گئے۔ پہلے ایک فارسی قصیدہ حضرت امیرالمومنین (علیؑ) کی شان میں شمس تبریزیا کسی دُوسرے نامی صُوفی کا پڑھا۔ پھر چند منٹ کچھ فضائل اہلِ بیت اور خاتمہ پر جناب علی اصغر کی شہادت بیان کی۔ تقریر کے بعد کہنے لگے: میں تقریر کرنے نہیں آیا تھا، صرف حیدری صاحب کا بیان سُننے آیا ہوں۔ وہ منبر سے اترے اور میں نے ایک گھنٹے کے قریب فضائل و مصائب حضرات اہلِ بیتِ اطہار بیان کیے۔ لوگ بے حد متأثر ہُوئے۔ ختمِ تقریر کے بعد مجھ سے گلے ملے اور میرے کان میں کہا: نجم الحسن سے کہ دینا کہ علی حسین ملا تھا۔ جب میں نے لکھنؤ پہنچ کر قبلہ و کعبہ سے یہ سارا واقعہ بیان کیا تو بے ساختہ کھل کھلا کر ہنس پڑے۔ اور فرمایا: یہ مفتی صاحب اعلیٰ اللہ مقامہٗ کے شاگرد ہیں۔ (سرگزشت از لقا علی حیدری ص ۳۶، ۳۷)

اور یہ بھی یاد رہے کہ شیعیت کا پہلا زینہ تفضیلیت ہے۔ یہ لوگ حضرت علیؓ کو شیخین السیدین حضرت صدیق اکبر اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر من حیث الوجوہ فضیلت دیتے ہیں۔ پنج تن پاک اور چہاردہ معصوم کا عقیدہ رکھتے ہیں، ائمۂ طاہرین کا دم بھرتے ہیں۔ اور کسی اہم کام کے ہونے کے لیے کہتے ہیں اللہ اور پنج تن پاک کرے تو ایسا ہو۔ اللہ اور پنج تن پاک کے حکم سے یہ کام ہُوا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اللہ اور رسول نے چاہا تو ایسے ہوگا۔ اِس سلسلہ میں یہ بات بھی نہ بھولیے کہ شیعیت و تفضیلیت کا پرچار جس قدر متصوفین بناوٹی صوفیوں اور پیروں نے کیا ہے اتنا خود شیعوں نے بھی نہیں کیا۔

پروفیسر محمد ایوب قادریؒ نے ہندوستان میں مسلم فرقہ واریت ص ۵۶ میں تحریر

فرمایا ہے کہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ کے زمانے میں تفضیلی عقائد کی نشر و اشاعت میں شاہ فخرالدین دہلوی (ف ۱۱۹۹ھ) نے سب سے زیادہ حصّہ لیا۔ وہ باقاعدہ شیعہ حضرات کو بیعت کرتے تھے۔ امام باڑے جاتے، ایک روپیہ نذر کرتے اور پانی کی سبیل لگاتے۔ بلکہ شیعہ لوگ ان کو شیعہ اور سُنّی ان کو سُنّی سمجھتے تھے۔ ایک مرتبہ شاہ عبدالعزیز نے شیعوں کے بیعت کرنے پر شاہ فخر صاحب پر اعتراض کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ شیعہ اس طرح (یعنی بیعت کرنے سے) سب و شتم اور تبرّا سے باز آجاتے ہیں۔ اگرچہ یہ بات کسی حد تک درست ہو لیکن شیعوں کے دُوسرے معتقدات کی اشاعت بھی عام سُنیوں میں اسی اختلاط کی وجہ سے ہوئی اور عوام اہلِ سُنّت میں پنج تن پاک، ائمۂ معصومین، چہاردہ معصومین، بارہ امام، امام ضامن، بی بی کی صحنک، امام جعفر کے کونڈے، اور دُوسرے شیعہ معتقدات و معمولات نے جڑ پکڑی اور پھر اس کا نقطۂ عروج مراسم محرم اور تعزیہ داری کی شکل میں ظاہر ہُوا۔

ڈاکٹر ذاکر حسین اپنی کتاب "اردو مرثیہ اور شاہی سرپرستی" میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہندوستان (بشمول پاکستان و بنگلہ دیش) میں جن حضرات نے تصوّف کے پردہ میں تبلیغِ دین فرمائی ان کو تمام تر سُنّی المذہب قرار دینا غلط ہے۔ اس لیے کہ اثنا عشری اور اسماعیلی شیعہ بھی تصوّف کے بھیس میں ایران سے ہندوستان آتے رہے ہیں اور اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ (تصوّف کے بھیس میں سُنّی بن کر اور پیر کہلا کر) کرتے رہے ہیں۔ نزاری اور مستعلی اسماعیلیوں کی تبلیغ تمام تر تصوف کے پردے میں ہُوئی ہے۔ چنانچہ نزاریوں کے پیر صدرالدین اور حسن کبیرالدین اس سلسلہ میں کافی شہرت رکھتے ہیں۔ اثنا عشری علماء و مبلغین بھی تصوّف کے پردے میں ہندوستان میں تبلیغ کرتے رہے، جن کا ایک واضح اشارہ ابوالفضل نے بھی آئینِ اکبری میں کیا ہے۔

شیعیت اور تفضیلیت کی اشاعت میں جہاں متصوفین اور مصنوعی پیروں نے بڑھ چڑھ کر کام کیا ہے وہاں سلاطین، نوابوں اور امراء نے بھی اپنے اپنے انداز میں اس

سلسلہ میں نمایاں کردار ادا کیا اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ لیکن جہاں ہر طرف اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو مٹانے کی کوششیں ہو رہی تھیں، وہاں کچھ دلیر اور بہادر و نڈر علماء حق نے بھی توحید کی اشاعت کے لیے کارہائے نمایاں انجام دیے۔ ان علماء حق کی فہرست بھی بڑی طویل ہے۔ یہاں اس کی گنجائش نہیں۔ صرف ایک نڈر اور بے باک عالم دین کا واقعہ لکھا جاتا ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح جان ہتھیلی پر رکھ کر حق کی آواز کو بلند کیا۔

شیخ عبداللہ ملتانیؒ کا دہلی میں اعلانِ حق

تاریخ ہندوستان ج ۹ ص ۱۲۱، ۱۲۲ میں شمس العلماء مولوی ذکاءاللہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ فرخ سیر کے دور میں خانِ دوراں خان بخشی کے بھائی خواجہ محمد جعفر ایک متصوف (مصنوعی صُوفی دبیر) تھے، ان کے حالات میں تحریر ہے کہ ان کے گھر میں ائمۂ طاہرین کی منقبت میں قوالیاں گائی جاتی تھیں۔ بعض مُریدین و مُعتقدین سلام کی بجائے زمین بوس آداب کرتے تھے اور ائمۂ اثناعشریہ کی منقبت گاتے تھے۔ ملتان کے ایک واعظ شیخ عبداللہؒ دارالسلطنت دہلی پہنچے تو انھوں نے اس رجحان پر گرفت کی اور کہا کہ: سجدہ سوائے معبودِ برحق (اللہ تعالیٰ) کے کسی کو سزاوار نہیں۔ اور سُرود (قوالیوں) کا سُننا بھی شریعت کے طریقہ کے خلاف ہے۔ فقط حمد و منقبتِ اہلِ بیت کا سُننا اور اصحابِ کبار (یعنی شیخین و عثمان وغیرہ رضی اللہ عنہم) کے اسم اور ذکر کا نہ ہونا اسلام کے آئین اور طریقہ سے دُور ہے۔

اور شیخ عبداللہ ملتانی (رحمۃ اللہ تعالیٰ) نے مسجدِ جامع (دہلی) میں جمعہ کے دِن وعظ (کے دَوران) کہا کہ: حضرت علیؓ داخلِ عبا نہیں ہیں۔ اور علوی کو سیّد نہیں کہہ سکتے۔ اور جن "پنج تن" کو "پاک" کہتے ہیں، اہل سُنت کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ کیا اور صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) "پاک" نہ تھے۔؟ (ماخوذ از مقدمہ پروفیسر محمد ایوب قادری مرحوم)

پنج تن کی اِصطلاح کہاں سے آئی ؟

طبّی اِصطلاح میں ایک لفظ ہے "پنجانگ" اس کا مطلب ہے کہ کسی پودے کے پانچ انگ یعنی اجزا مثلاً پتّے، پھل، پھول، جڑ اور چھال۔ اسی طرح ایک لفظ ہے "پنجپا" اسے "پنج پوڑ" بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ایک پانی کا کیڑا ہے جو کہ شکل میں بچھّو کے مشابہ ہوتا ہے، اسے کیکڑا یا سرطان بھی کہتے ہیں۔ نیز ایک لفظ ہے "پنج شاخہ" اور اسے "پنجی" بھی کہتے ہیں، اس کی پانچ بتیاں ہوتی ہیں اور اس سے روشنی کا کام لیا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک لفظ "پنجیری" ہے جو کہ ایک بھربھرا سا حلوا ہوتا ہے اور اس میں پانچ چیزیں ڈالی جاتی ہیں مثلاً سوجی، گھی، سونٹھ، گوند اور میوہ۔ اسی طرح "پنجمی" چاند کی پانچویں تاریخ کو کہتے ہیں۔ اور "پنج ند" پاکستان میں وہ مقام جہاں پانچوں دریا باہم مل جاتے ہیں۔ اور "پنج آیت" سُورۂ فاتحہ اور چاروں قل کو کہا جاتا ہے۔ "پنج سورہ" پانچ سورتوں کو کہتے ہیں۔ اور "پنج گانہ" پانچوں وقت کی نماز کو کہتے ہیں۔ اسی طرح ایک لفظ ہے "پنج عیب شرعی" جو چوری، حرامکاری، شراب خوری، جُوا اور جھُوٹ کو کہا جاتا ہے۔ اور لفظ "پنج تن" کا مطلب ہے "پانچ جسم" اور جب کہا جائے کہ "پنج تن پاک" تو عموماً اس کا مطلب ہوتا ہے "پانچ پاک اجسام" یعنی جو گناہوں سے پاک و معصوم ہوں، لیکن اگر بغور دیکھا جائے تو "پنج تن پاک" سے جو ہستیاں مراد لی جاتی ہیں تو ان کے علاوہ دُوسری تمام شخصیات کو اگر ناپاک نہیں تو اور کیا کہا جائے گا۔ لامحالہ یہی کہنا پڑے گا کہ پاک سے مُراد ہے گناہوں سے معصوم۔ اور واقعی اس کے معنی معصوم ہیں تو چودہ معصوموں کا عقیدہ کہاں جائے گا؟

بہر حال لفظ "پنج تن" پانچ اجسام کے معنوں میں فارسی الفاظ سے بنایا گیا ہے۔ اس کے باوجود ۱۱۴۴ صفحات پر مشتمل ضخیم فارسی لغت کی کتاب فرہنگِ عمید میں یہ لفظ سرے سے لایا ہی نہیں گیا، جبکہ اس کا مصنّف

ایک خالص ایرانی شیعہ حسن عمید ہے۔ جس سے صاف پتا چلتا ہے کہ یہ لفظ ایرانی شیعوں کا ایجاد کردہ نہیں ہے۔ البتہ یہ لفظ پاکستان کی مطبوعہ کتبِ لغت مثلاً فیروز اللغات وغیرہ میں موجود ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لفظ برِصغیر پاک وہند کے ان لوگوں کا ایجاد کردہ ہے جو ہندومت چھوڑ کر بظاہر مسلمان ہوئے، تو جب انھوں نے مسلمانوں کے ہاں بھگوان (اللہ تعالیٰ) کے سوا کوئی دیوی دیوتا نہ پایا جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارشی ہو، نہ یہاں رام تھا نہ لچھمن و سیتا، اور نہ برہما نہ وشنو اور پاربتی۔ پھر جب اُنھوں نے مُتصوفین اور جعلی پیروں سے اہلِ بیت کے مناقب و فضائل اور مصائب سُنے تو انھیں اپنے ہاں کے سیتا و رام یاد آگئے اور اُنھوں نے سمجھ لیا ہماری خواہش کے مُطابق بھگوان تک رسائی کے لیے دیوی دیوتا تو یہاں بھی موجود ہیں تو پھر کیا تھا، انھی سے لگے اپنا کام چلانے۔ پھر چلتے چلتے ان پانچوں کے نام کو مختصر کرکے "پنج تن پاک" کرلیا گیا اور پھر جس طرح بھگوان کے ساتھ رام و سیتا کا نام جپنے کی عادت تھی اسی طرح بات بات میں مولا اور پنج تن کہنے لگے۔ اور پھر جس طرح دیوی دیوتاؤں سے مدد مانگتے تھے، اسی طرح پنج تن سے مدد مانگنے لگے، اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی چھوڑ ہی دی، جیساکہ فیصل آباد کے "مینارۂ شرک" کی تحریر سے ظاہر ہے، جس کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے۔ اور جب ایرانی شیعوں نے یہ دیکھا کہ ہندوستانی رسمی مسلمانوں نے ہندوؤں کے دیوی دیوتاؤں کی جگہ نئے معبود دریافت کرلیے ہیں اور انھیں یہاں مورتیوں کی کمی بھی شدت سے محسوس ہورہی ہے تو ہزارہا سال سے بُتوں اور مورتیوں سے مانوس اس قوم کے لیے پنج تن کی تصاویر بناکر پاک وہند کے رسمی مسلمانوں کے لیے یہاں بھیجنی شروع کردیں، یہ رسمی مسلمان اب ان تصاویر کے سامنے مراسم پرستش بجالاتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ لفظ "پنج تن پاک" کی ایجاد کا سہرا برصغیر پاک وہند کے رسمی مسلمانوں کے سر ہے۔

کیا قرآن میں پنج تن پاک کا ذکر آیا ہے

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (۲:۲۵۳) نیز فرمایا: وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّيْنَ عَلٰى بَعْضٍ (۱۷:۵۵) یعنی اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کرام علیہم السلام کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اور پھر ان پانچ اولوالعزم پیغمبروں کا ذکر خصوصیت سے فرمایا ہے: حضرت نوح علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ چنانچہ فرمایا: وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّيْنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ (۳۳:۷) نیز فرمایا: شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ (۴۲:۱۳) تو ان آیات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ پانچ اولوالعزم پیغمبر "پنج تن پاک" ہیں اس لیے کہ تمام انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام معصوم اور چھوٹے بڑے سب گناہوں سے پاک ہیں۔ اور یہ پنج تن جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ فرمایا ہے اس بات کے زیادہ اہل ہیں کہ ان کو "پنج تن پاک" کہا جائے۔ اور ان پانچ عظیم الشان پیغمبروں کے بارے میں "پنج تن" کے لفظ کا استعمال حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی عقائد کی کتاب تکمیل الایمان میں فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں: واین "پنج تن" اولوالعزم اند کہ بزرگ ترین و فاضل ترین رسل اند، وصبر و مجاہدۂ ایشان در راہ حق از ہمہ بیشتر است۔ (تکمیل الایمان فارسی ص ۴۲)

مگر اس کے باوجود ہم ان انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے پنج تن کی اصطلاح کا استعمال نہیں کرتے، کیونکہ اب یہ لفظ شیعوں کا شعار بن چکا ہے اور ارشاد نبوی من تشبہ بقوم فھو منھم بھی آڑے آتا ہے۔

حق چار یار کی اِصطلاح بھی مبہم ہے

"پنج تن پاک" کی طرح "حق چار یار" کا لفظ بھی مبہم اور موہم ہے۔ کیونکہ شیعہ بھی "حق چار یار" کہتے ہیں اور اس سے حضرت علی، حضرت سلمان، حضرت ابوذر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم مُراد لیتے ہیں اور مفہوم پر انھوں نے کئی کتب و رسائل لکھے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ان چار کے علاوہ باقی تمام صحابی ناحق تھے۔ تو اگر اہلِ سُنّت "حق چار یار" سے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم مُراد لیتے ہیں تو کیا ان چار کے علاوہ باقی تمام صحابہؓ کو ناحق کہیں گے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحابؓ کو جنھوں نے ایمان کے ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت فرمائی ہے' صادق اور برحق فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (۲: ۱۷۷) نیز فرمایا: اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (۴۹: ۱۵ و ۵۹: ۸) نیز فرمایا: اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ (۳: ۱۷) پھر فرمایا: اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ۔ الٰی اٰخر الاٰیۃ (۳۳: ۳۵)

ان آیاتِ بینات میں خلفاء کی تخصیص نہیں ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین صادق، مسلم، مومن، صابر وغیرہ اوصافِ حمیدہ کے ساتھ متصف ہیں۔ لہٰذا ہمارا عقیدہ ہے کہ کُل اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم برحق اور سچے ہیں اور کُل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم معیارِ حق ہیں۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے تو غیر مسلموں کے حق میں بھی ترغیب الی التوحید کے طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ اے صحابہؓ کی جماعت! اگر یہ غیر مسلم بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جیسے کہ تم ایمان لائے تو وہ بھی راہِ حق پر آگئے۔ (۲: ۱۳۶) اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمھارا امام و پیشوا ہوں تم میری اتباع کرو' لوگ تمھاری اتباع کریں گے۔ بہرحال تمام صحابہؓ ہادی و مہتدی ہے۔ الحاصل "حق چار یار" کی بجائے "حق کُل یار" کی اِصطلاح کو اپنانا چاہیے۔